جہانِ تازہ

ف۔ر۔ی

مفادات کے بندے

اللہ تعالیٰ کے نظام میں انسان کی دو چیزیں ایسی ہیں جن کو دوام ہے اور جن کی بنیاد پر انسان کے مستقبل کا فیصلہ ہوگا۔ ایک ہے ایمان اور دوسرا ہے کفر۔ امّا شاکرا وامّا کفورا۔ رہی منافقت' جسے لوگ اعتدال' مصلحت' دوراندیشی اور معاملہ فہمی کا نام دیتے ہیں' اس کا کوئی مستقبل نہیں' بلکہ اس نے جلد یا بدیر لوگوں کے سامنے ننگا ہونا ہے اور ذلت ورسوائی منافق آدمی کا مقدر بننا ہوتی ہے۔

دنیا جہاں میں بھی ہم دیکھتے ہیں ایسا شخص کبھی سُرخرو نہیں ہوسکتا' جس کا موقف واضح نہ ہو اور جو اِدھر یا اُدھر کا فیصلہ نہ کرلے۔ اس نے آخرکار پچھتانا ہی ہوتا ہے۔ اس وقت وطن عزیز میں جو حالات بنے ہیں یا بنا دیئے گئے ہیں' اس کی بنیاد بھی منافقت ہی ہے۔ خواہ اس کا کوئی نام رکھ لیا جائے' اُسے کتنے ہی خوبصورت انداز میں ہی پیش کیوں نہ کیا جائے' منافقت منافقت ہی رہتی ہے۔ اس کا کوئی دوسرا نام نہیں ہو سکتا اور یہ اتنا واضح اور دوٹوک لفظ ہے کہ جاہل سے جاہل آدمی کو بھی اس کا مفہوم بہت جلد سمجھ آجاتا ہے اور اس کی حقیقت کو بھی ہر شخص جانتا ہے۔ لیکن افسوس کہ دنیا کی رنگینی اور مفادات کی چکاچوند نے اس قدر اندھا کردیا ہے کہ ہم اس نامراد سے بچتے نہیں بلکہ بچنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔

اس کے لیے لمبی چوڑی وضاحت یا دلائل کی ضرورت نہیں۔ آپ سیاسی جماعتوں کے ماضی اور حال کو سامنے رکھیے (مستقبل کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی ہے) تو آپ کو فیصلہ کرنے میں کوئی دقت و دشواری نہیں ہوگی۔ اس وقت وطن عزیز میں دو بڑی سیاسی پارٹیاں ہیں' مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی۔ (باقیوں کی تو بات ہی چھوڑیں کہ اگر لسانی' گروہی و علاقائی جماعتیں قومی اور ملکی مفادات کا نام لے کر گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہیں تو مذہبی جماعتیں دین اسلام اور شریعت کے نام پر منافقت کا عملی نمونہ پیش کرتی ہیں۔ تفصیل کا نہ موقعہ ہے نہ محل نہ وقت ہے اور نہ ہی قرطاس میں گنجائش بس آپ اپنے حضرت مولانا ''شکم بردار'' کو ہی دیکھ لیجیے تو معاملہ سارا سمجھ آجائے گا' جو کل تک نواز شریف کی آل پارٹیز کانفرنس

میں شرکت سے اس لیے گریزاں تھے کہ پیپلز پارٹی شامل ہونے جارہی تھی' حالانکہ مولانا خود بینظیر حکومت میں اعلیٰ منصب پر رہ کر ''مولانا ڈیزل'' کا امتیازی تمغہ حاصل کر چکے تھے۔ لیکن جونہی پرویز مشرف کی چھتری اُتری ہے تو جھٹ سے پی پی پی کی منڈیر پر جا بیٹھے ہیں۔ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی ایک دوسرے کو مارشل لاء کی باقیات قرار دیتی تھیں' حالانکہ یہ دونوں خود فوجی آمروں کی کاسہ لیس رہی ہیں۔ اب یہ دونوں مل کر ''ق لیگ'' کو آمریت کی باقیات گردانتی ہیں۔ لیکن جب ضرورت پڑتی ہے تو دونوں پارٹیاں ہی کاسہ گدائی اٹھائے ان کے آستانے پہ دستک دے رہی ہیں۔ آج جو مسلم لیگ آزاد عدلیہ کا علم اٹھائے ہوئے ہے' پاکستان کی تاریخ میں عدلیہ پر سب سے پہلا اجتماعی حملہ بھی اسی مسلم لیگ کی حکومت بلکہ نواز شریف کی وزارت عظمیٰ میں ہوا تھا۔ اگر ذوالفقار علی بھٹو کے قتل کے جواز کے لیے سپریم کورٹ کے فیصلے کو ڈھال بنایا جاتا ہے تو آج سپریم کورٹ کی مٹی کیوں پلید کی جارہی ہے؟ (حالانکہ سپریم کورٹ کے معزز جج صاحبان اپنے ہاتھوں اس ادارے کی عزت و وقار کو جس قدر پامال کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا کیا کرے گا اور کیا کر سکتا ہے؟)

آج اگر پنجاب میں گورنر راج پر شوروغوغا بلکہ غدر مچا رکھا ہے تو کیا نواز شریف کی وزارت عظمیٰ میں سندھ میں گورنر راج نہیں لگایا گیا تھا۔ اگر اس وقت جائز تھا تو اب ناجائز کیوں ہے؟ بلکہ دور جانے کی ضرورت نہیں' شہباز شریف کے اسی دور میں حکومت پنجاب میں کتنے اضلاع اور ٹاؤنز تھے' جہاں پنجاب حکومت ان کا انتخاب حیلے بہانے سے صرف اس لیے ملتوی کرتی رہی کہ مسلم لیگ کو اکثریت حاصل نہ تھی۔ جس کی بڑی مثال فیصل آباد میں لائل پور ٹاؤن کی ہے' کہ باوجود ہزار چالبازیوں کے مسلم لیگ کا امیدوار پھر بُری طرح سے ہار گیا ہے۔ اگر پنجاب میں عددی اکثریت حاصل کرنے کے لیے وفاقی حکومت کا گورنر راج نافذ کرنا جرم ہے تو شہباز شریف کا ناظمین کا انتخاب رکوانا کیونکر نیکی ہو سکتا ہے؟ لیکن بات وہی ہے کہ خود کریں تو جائز اور اگر وہی ''واردات'' اپنے آپ سے ہو جائے تو پھر..............؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اب آیئے پیپلز پارٹی کی طرف۔ اس کی سرشت میں ہی لوٹ مار' وطن دشمنی' قوم کے مفادات کی غارت گری ہے۔ اس پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو سے لے کر آج کے ساختہ یا خود ساختہ لیڈر آصف زرداری تک کو دیکھ لیجیے اس پارٹی نے ہمیشہ ملک و قوم کے مفادات اور سالمیت کی قیمت پر نہ صرف اقتدار کے حصول کو یقینی بنایا ہے بلکہ اس کے دوام اور بقاء کے لیے شرم و حیا کی ساری حدود پامال کر دیں۔ کبھی اقتدار کے حصول کے لیے ملک تقسیم کیا تو کبھی اس کے استحکام کے لیے قوم تقسیم کر دی اور لسانیت و صوبائیت کا نہ صرف بیج بویا بلکہ اس کی پرورش بھی کی اور اسے پروان بھی چڑھایا۔ اپنے اقتدار اور مفادات کے لیے وہ کسی اخلاق' کردار'

شرم و حیا بلکہ رکھ رکھاؤ کے نام تک سے بھی واقف نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ سلمان تاثیر کو جن مقاصد کے تحت پنجاب کا گورنر بنایا گیا تھا وہ اس کے حصول کے لیے پہلے دن سے ہی کوشاں تھے اور اس کے لیے تو بعض اوقات وہ ''قابل رحم'' حالت کا بھی شکار ہو جاتے تھے۔ لیکن آج وہ بھی فرماتے ہیں کہ ''عدلیہ کی آزادی کی بات کرنے والے اقتدار کے بھوکے ہیں۔'' حالانکہ موصوف جب نارمل حالت میں ہوں تو ان سے پوچھنا چاہیے کہ جناب یہ جو آپ نے اپنے باس سے مل کر ''گند گھولا'' ہے یہ تو اقتدار کی بھوک اور ہوس نہیں ہے۔ اس طرح وزیر اعظم گیلانی سے لے کر شیریں رحمٰن تک سب ایک ہی بولی بول رہے ہیں کہ یہ عدلیہ کا فیصلہ ہے۔ ہم تو نہیں چاہتے تھے۔ ہمیں بہت افسوس ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اسی عدلیہ نے جب ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت سنائی' بے نظیر کو نااہل قرار دے کر ان کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے' آصف علی زرداری کو نہ صرف کہ طویل عرصہ جیل میں رکھا' بلکہ اس کی ضمانت تک نہ لی' اس وقت عدلیہ کے فیصلوں کو قبول کیوں نہیں کیا گیا۔ بلکہ اسی عدلیہ کو ''کنگرو کورٹس'' کا نام تو بے نظیر نے ہی دیا تھا۔

حقیقت صرف اتنی ہے کہ سب اپنے اپنے مفادات کے بندے ہیں۔ اگر اپنی حکومت ہو تو امن و امان' معیشت اور گڈ گورننس مثالی ہوتی ہے۔ اگر مخالف کی ہو تو حکومت ہی سکیورٹی رسک کہلاتی ہے۔ اس موقعہ پر تمام فریقوں سے گزارش ہے کہ ہوش کے ناخن لو۔ یہ اقتدار اور دنیا کا جاہ و جلال بالکل عارضی چیز ہے۔ اسے فنا ہی فنا ہے۔ آج نہیں تو کل۔ لیکن زبان کے بول' لسان کے عہد' مسند کے وعدے قیامت کے دن نیکی یا برائی کے پلڑے میں ڈالیں جائیں گے۔ کل تک ایک دوسرے کے باورچی اور مسور چاول کی تعریف کرنے والے آج آپس میں جانی دشمن نظر آتے ہیں۔ کیونکہ کل اتفاق میں مفاد نظر آتا تھا' آج مفادات پہ زد پڑی ہے تو ایک دوسرے کا نام تک گوارہ نہیں۔ رہ گئے ''وچولے'' تو ان میں سے کچھ کو اپنے جرائم اور کرتوت نظر آتے ہیں۔ انہیں تحفظ چاہیے اور کچھ اقتدار کی ہڈی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ اسی لیے وہ ہر چڑھتے سورج کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

میری ان سب سے گزارش ہے کہ اپنے اپنے مفادات کے خول سے نکلیں' اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں۔ ملک و قوم کے مفادات کو اپنی ترجیح بنائیں اور کھلے دل سے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے حقیقت کو تسلیم کریں۔ ''بہترین ہے وہ شخص جو ذاتی مفادات پر اجتماعی مفادات کو ترجیح دیتا ہے اور بدترین ہے وہ آدمی جو اپنے ذاتی مفادات کے لیے اجتماعیت کا نقصان کرتا ہے۔''

اور یہ اس وقت ہو جب ہم سچائی' دیانتداری' امانت کو اپنائیں گے اور اس کا عملی مظاہرہ کریں گے۔ اس کے ساتھ خیانت' بد دیانتی' عہد شکنی اور جھوٹ فراڈ جیسی قبیح حرکات کو چھوڑ دیں گے ورنہ نوشتہ دیوار تو اب اندھوں کو بھی نظر آنے لگا ہے۔